OPEN ACCESS

ABHATH

(Research Journal of Islamic Studies)

Published by: ***Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.***

ISSN (Print) : 2519-7932

ISSN (Online) : 2521-067X

April-June-2022

Vol: 7, Issue: 26

Email:abhaath@lgu.edu.pk

OJS:https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

ریاض حسین چودھری کی نعت میں اسلوب و معنویت کا ارتقاء

Style & Semantic Evolution in Na'at Poetry of Riaz Hussain Chaudhry

Muhammad Sarwar Hussain

PhD Scholar, Department of Islamic Thought and Civilization, UMT, Lahore: sarwar592@gmail.com

Muhammad Tahir Mustafa

Director Seerat Chair, Department of Islamic Thought and Civilization, UMT, Lahore:
tahir.mustafa@umt.edu.pk

Abstract

Naatia Poetry has its own history, creative and aesthetic traditions and poetic diction. Love and Praise, and aesthetic description of the holy attributes of Prophet (PBUH) is a part of our faith. Hazrat Hassan Bin Sabit R.A. is one of the prominent poets of the era of Prophet (PBUH). Naatia poetry is available in many languages especially Urdu. Naat has been a ceremonial creative experience since the early days of Urdu literature. Naat is in fact one of the richest genre of Urdu poetry. It flourished with a miraculously speed after the creation and independence of Pakistan and the poets turned toward this genre with an overwhelming anthusiasm. They dedicated themselves to this noble creative experience and produced volumes of unprecedented standard of literary aesthetics. Every Naat poet has his own style, expression and priority in regard to the contents and thoughts. Riaz Hussain Ch. is one of the prominent Naat Poets of Pakistan whi dedicated whole of his life in producing Naat literature and promoting this art in all creative, aesthetic and intellectual directions. His experiments in poetic language using unique similes, metaphors, imagery and introduction of some new forms of poetic genre Naat will go a long way in enriching the artistic assets of Urdu naatia poetry. His Naatia Poetry style is uniqie and versatile. Main part of his Naatia poetry is in Ghazal tradition, but he has created a rich reservoir of Nazm Naat of a variety of forms; that

may be called epic Naat poetry keeping in view its size. He wrote long poems of Naat which no other poet has attempted in Urdu Naat literature. The variety includes Nazm, Fardiyat, long Nazm, Musadas, Muarra, free verse, sonnets, etc. In this article we shall highlight his style of poetry, main themes of his Naat thought, linguatic approach and its effect on the tradition of our Urdu Naatia poetry.

Keywords: Naat, Poetry, Style, Lingustic, Riaz Husain Ch.

نعت اپنے موضوع کی یکتائی اور اظہار کے متنوع قرینوں کے حیرت انگیز اور حسین مظاہر کی اپنی الگ تاریخ رکھتی ہے۔ اس کا ہر پہلو محبتوں کا لالہ زار اور ہر زاویہ عقیدتوں کی کہکشاں ہے۔ کیوں نہ ہو کہ کائنات میں ظہور پذیر ہونے والی ہر گھڑی "ورفعنا لک ذکرک" کے نئے پرتو کی معجز نمائی لئے ہوئے ہے اور ہر زمانہ عقیدتوں اور محبتوں کے نئے زاویئے روشن کرتا چلا جارہا ہے۔ یہاں نہ لکھنے والوں کے قلم کی سیاہی خشک ہوتی ہے، نہ پڑھنے والوں کا ترنم پرانا محسوس ہوتا ہے اور نہ سننے والوں کی سماعتیں کسی اکتاہٹ کا شکار ہوتی ہیں۔ اس مقالے میں ہم ممتاز نعت نگار ریاض حسین چوہدری کی نعتیہ شاعری میں اسلوب اور معنویت کے ارتقائی سفر کا ایک مطالعہ پیش کریں گے۔ سب سے پہلے اسلوب سے آغاز کرتے ہیں۔

اسلوب کسے کہتے ہیں؟

جب کوئی صاحبِ طرز ادیب یا شاعر اپنے احساسات اظہار کے سانچے میں ڈھلتا ہے تو اُسلوب متشکل ہوتا ہے۔ الفاظ کا حُسنِ انتخاب اور استعمال کا سلیقہ، شعر کے معرضِ وجود میں آنے کے لیے بہت ضروری ہے اور یہ حسنِ انتخاب اور سلیقہ اس طرزِ احساس سے پھوٹتا ہے جسے شاعر یا ادیب کے ذہن میں زندگی کا ہر لمحہ، ہر دن، زندگی کی ہر نئی صورتحال اور ہر نیا دور اور زمانہ پیدا کرتا ہے۔ گویا فن کار کی فن کارانہ مہارت اور تخلیقی شخصیت اُسلوب پر منتج ہوتی ہے۔ فن کار ایک مرصّع ساز کی مثل ہے جو الفاظ کو نگینوں کی طرح اِس طور جڑتا ہے کہ آپ اگر کسی لفظ کو ہٹا کر اُسی کا مترادف کوئی دوسرا لفظ رکھنا چاہیں تو ساری عبارت بدمزہ، روکھی اور پھیکی ہونے لگتی ہے۔

ابوالاعجاز حفیظ صدیقی نے ''کشاف تنقیدی اصطلاحات'' میں اسلوب کی اس طرح وضاحت کی ہے:

''اسلوب سے مراد یہ ہے کہ کسی تخلیق کار کا وہ طرزِ اظہار اور بیان کرنے کا وہ طریقہ جو اس تخلیق کار کے اپنے انداز اور اسلوب سے تشکیل پاتا ہے اور اس عمل میں شاعر کا ذاتی علم و تجربہ، کردار و مشاہدہ، طبیعت و مزاج کی

رو، زندگی کے بارے میں فلسفہ اور فکر و احساس کا وہ زاویہ جو اس کے اندر تشکیل پاتا ہے اس میں اپنا حصہ لیتے ہیں۔اسی لئے علمائے سخن میں اسلوب کو تخلیق کار کی ذات کا عکس اور اس کی شخصیت کی کنجی قرار دیا جاتا ہے۔"[1]

اسلوب کی نمایاں خصوصیات

اسلوب کی واضح خصوصیات میں یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اسلوب الفاظ کا بر محل انتخاب، بیان کا سلیقہ اور زبان فہمی سے عبارت ہے۔ایک صاحبِ طرز ادیب پختہ خیالی کے ساتھ ساتھ مضبوط جمالیاتی ذوق بھی رکھتا ہے جس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اسلوب میں انتخاب کا سلیقہ اور الفاظ کی ترتیب ایک شرط کی حیثیت رکھتے ہیں۔یہی چیز اسلوب میں انفرادیت کا باعث بنتی ہے۔لفظوں کے بر موقع استعمال کا قرینہ ہی دراصل اسلوب کو فکری بالیدگی کے منصب پر فائز کرتا ہے۔اگرچہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ الفاظ کو برتنے کا قرینہ ہی حقیقت میں تخلیق کے لئے بنیادی حسن وخوبی کا باعث ہوتا ہے لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ صرف الفاظ کی حسن ادائیگی ہی اسلوب کا وقار قائم نہیں کرتی بلکہ یہاں "خیال کی بلندی" بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔اگر شعر کو تخلیق کرتے ہوئے خیال اتنا بلند نہ ہو جتنا اس کا تقاضا ہے تو شعر میں تاثیر پیدا نہیں ہوسکتی۔

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کے خیال میں:

"الفاظ دراصل تخیل کے تتبع میں ہوتے ہیں اور تخیل الفاظ کا تابع نہیں ہوتا بل آزاد ہوتا ہے اسے کسی صورت قید نہیں کیا جا سکتا۔نثر کے فن نے یہ سہولت دی تھی کہ ہم قریب نہ ہوتے ہوئے بھی اپنا حسن خیال دوسروں تک منتقل کرسکیں۔شروع میں اس کام کے لئے نقش اور تصویر کو بروئے کار لایا گیا اور آہستہ آہستہ حروف تہجی وجود میں آئے اور ان کے ذریعے الفاظ کی شکل بنتی چلتی گئی...اسی وجہ سے الفاظ صرف تخیل کے ابلاغ کا ہی ذریعہ ہیں بذات خود تخیل نہیں۔اسی وجہ سے مختلف انسان ایک ہی تخیل کو الگ الگ انداز میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"[2]

---

[1]۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، مرتب، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۳

Hāfiẓ ṣidiqi, ābwālā'ǧāz,mrtb, kašāf tnqidi āṣṭlāḥāt,mqtdrah qwmi zubān,Islāmabād,1985',P.13

[2] فاروقی، نثار احمد، ڈاکٹر، مضمون، اسلوب کیا ہے؟، مشمولہ اردو نثر کا اسلوبیاتی مطالعہ، ص ۲۲

Fārwqi,niṯār Aḥmd,dākatr, mḍmwn, āslwb kaiāhy؟,mšmwlah ārdw nṯr kaāāslwbiāti mṭāl'ah,ṣ22

اسلوب کیسے متشکل ہوتا ہے؟

کسی بھی ادبی تخلیق کا وجود زبان کا مرہون منت ہوتا ہے لیکن اس تخلیق کے دوران یہ بات ملحوظ خاطر رکھنا ہوتی ہے عام بولی جانے والی یا روزمرہ استعمال ہونے والی زبان اور ادبی زبان میں واضح فرق ہوتا ہے۔ادبی زبان کی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں ہو عامی زبان سے یکسر مختلف ہوتی ہیں۔ہم ادب کی چاشنی و حلاوت اس وقت تک محسوس نہیں کرسکتے جب تک ہمیں اس کے خصائص سے کماحقہ آگاہی نہیں ہوگی۔لہذا کسی ادیب کے اسلوب کی تشکیل کو سمجھے بغیر اس کی تحسین بھی نہیں کرسکتے۔زبان اظہار ادب کا بہترین ذریعہ ہے ہر نثری یا شعری ادب زبان ہی کے ذریعے دل میں گھر کرتا ہے۔عام استعمال کی جانے والی زبان ہماری فکر و نظر پر ویسے اثر انداز نہیں ہوتی جیسے ادبی زبان ہوتی ہے۔عام زبان کے استعمال کا مقصد ادبی مقاصد سے جدا ہوتا ہے۔وہاں صرف مقصد مخاطب تک اپنی بات پہچانا ہوتا ہے اس لیے وہاں لسانی قواعد و ضوابط ملحوظ خاطر نہیں رکھے جاتے جبکہ زبان کے ادبی استعمال میں الفاظ و معانی کی جملہ صنعتوں،تشبیہات و استعارات کے ذریعے مرصع سازی کا خیال رکھا جاتا ہے۔علم بدیع،علم بیان اور علم معانی کو کام میں لایا جاتا ہے۔اس میں ادیب اپنے ذوق و اسلوب کے مطابق حقیقت و مجاز میں بات کرتا ہے بعض اوقات لغوی معانی کو چھوڑ کر مرادی معنی بیان کرنا چاہتا ہے۔اسلوب فہمی میں جو بات سمجھنا بہت ضروری ہے وہ یہ کہ ادبی زبان کے ابلاغ کا بنیادی مقصد جمالیاتی (Aesthetic) اور اظہاری (Expressive) ہوتا ہے۔اس میں ادیب اپنے ذوق طبع کے موافق بعض جگہ لسانی ضابطوں سے بھی منحرف ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اپنی ایجاد و اختراع اور تراش خراش سے بھی کام لے لیتا ہے۔اس سے زبان کی انفرادی اور تخلیقی حیثیت واضح ہوتی ہے۔اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ ہر شاعر و ادیب اپنے ادبی ماہ پاروں کی تخلیق کے وقت اپنی فہم و فکر اور ادراک کو کام میں لا رہا ہوتا ہے اور اپنے مافی الضمیر کو نئے پیرایہ کا پیرہن عطا کر رہا ہوتا ہے۔یہی اس شاعر و ادیب کا اسلوب کہلاتا ہے۔اس کی اپنی امتیازی خصوصیات ہوتی ہیں جو اسے دوسروں سے جداگانہ حیثیت دیتی ہیں۔قاری دوران مطالعہ فوراً بھانپ جاتا ہے کہ یہ فلاں کی تحریر ہے۔اس طرح شاعر و ادیب اپنے اپنے اسلوب کی تشکیل کر رہے ہوتے ہیں۔

اسلوب کیسے پروان چڑھتا ہے؟

ہر ادیب اپنی بولی کو ادبی مقاصد کے استعمال کرتے ہوئے اپنی تخلیقی ضرورتوں کو ذہن میں رکھتا ہے۔اس طرح وہ اسے ادبی زبان بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ادیب کے زبان و ادب کے مختلف النوع استعمال سے جو خوبیاں جنم لیتی ہیں انہیں "اسلوبی خصائص" کا نام دیا جاتا ہے۔ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی شاعر یا ادیب جب ادب تخلیق

کر رہا ہوتا ہے تو وہ اصل میں زبان کی نئی جہات دریافت کر رہا ہوتا ہے۔اس میں تنوع، جدت اور ندرت کے ساتھ ساتھ نئے لسانی سانچے اور اسلوب وبیان کی نئی جہات معرض وجود میں آرہی ہوتی ہیں۔اسلوب کے پروان چڑھنے میں کچھ چیزیں تو عطیۂ خداوندی کے طور پر کار فرما ہوتی ہیں جو ماحول، تہذیب و تمدن کی آبیاری سے ادیب کے لیے شجر سایہ دار بن جاتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ جہد مسلسل، مستقل ریاضت اور دوام مطالعہ اسے مزید خوبصورت بنانے میں بنیادی نوعیت کی حامل ہیں۔چنانچہ اسلوب کی تشکیل اور ترقی میں کار فرما ان اہم عناصر کو دو حصوں میں منقسم کر سکتے ہیں:۔

۱۔بنیادی عناصر

بنیادی عناصر کو درج ذیل طریقے سے تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ ذاتی شخصیت ۲۔ گردو پیش کے رسم ورواج، ارد گرد کا ماحول، عہد اور زمانہ

۳۔ موضوع۔عنوان ۴ تخلیق کار کے مقاصد ۵۔ تخلیق کار کے مخاطبین

۲۔ثانوی عناصر:

۱۔ جذبہ تخلیق ۲۔ تخیل افروزی ۳۔ مرصّع کاری، جمالیات کا ذوق

۴۔ زبان پر دسترس ۵۔ تخلیقی انفرادیت

نبیلہ اظہر اپنے تحقیقی مقالے میں رقمطراز ہیں:۔

"کسی بھی تخلیقی کار خواہ وہ شاعر ہو یا ادیب کی شخصیت اور کردار کی بنت دراصل کسی خاص زمانے اور اطراف کے ماحول کے سبب ہوتی ہے۔ تخلیق کار جس عنوان پر کوئی فن پارہ وجود میں لاتا ہے وہ بھی کسی نہ کسی طور اپنے زمانے کے تقاضوں سے جڑا ہوتا ہے جب کے اس سے متصل مقاصد کو آگے پہنچانے کے لئے مخاطب کی ذہنی و فکری استطاعت اور مرغوبیت کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔ہر شاعر اور ادیب حقیقت میں ادب کی روایت کے سائے میں پروان چڑھتا ہے جو اسے وراثت میں ملتی ہے۔اس عمل میں وہ اپنے ذوق جمالیات کو بھی سنوارتا ہے، مرصّع کاری کے نت نئے رنگ ڈھنگ اختیار کرتا ہے اور زبان پر ایک خاص طرح کی مہارت پیدا کرتا ہے تاکہ

گزرے ہوئے زمانے میں کہی گئی باتوں کو ایک بار پھر نئے انداز سے پیش کر سکے اور اپنی شخصیت کا الگ اور منفرد رنگ جما سکے جس سے اس کے فنی کمالات میں آفاقی شان پیدا ہو سکے۔"[3]

ممتاز نقاد حسن عسکری صاحب اسلوب کے حوالے سے کچھ ایسی ہی رائے کا اظہار کرتے ہیں:۔

"اسلوب تخلیق کار کے باہر کے ماحول اور گزشتہ و موجودہ کا عکس بن کر سامنے آتا ہے اور ہر نیا اسلوب تخلیقی اظہار کے نئے آئندہ کی سامنے لا رہا ہوتا ہے۔ جس کی مثال کچھ یوں دی جا سکتی ہے کہ اردو زبان اور اس سے ابھرنے والے اسالیب ایسے عہد کی تخلیق ہیں جب ہندوستان میں مسلم اقتدار خارجی اعتبار سے اختتام پذیر ہو رہا تھا لیکن اسی قوم نے اسی ماحول میں نیا اسلوب اظہار تخلیق کر کے اپنے کردار کے نئے پیکر کو نئے سرے سے ترتیب دیا... اور اظہار کے نئے ذرائع کی ایجاد کے ساتھ ساتھ قوم کے لئے ایک نئے زاویۂ تخلیق کو بھی ترتیب دیا تھا۔ اس وجہ سے اگر اسالیب نو کو تلاش کرنے کی جستجو نہ رہے تو ادبی سطح پر ایک جمود اور تعطل پیدا ہو جاتا ہے"۔[4]

اسلوب کی تشکیل کے ان بیرونی عوامل کے ساتھ ساتھ کچھ داخلی مظاہر بھی شامل ہیں جن میں ادیب و شاعر کا مزاج، اس سوچ و فکر، اس کی شخصیت، اس کا علمی معیار اور طبعیت کا رجحان بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر اسلوب ادیب کی ذات کا پرتو سمجھا جاتا ہے۔

معنویت کیا ہے؟

معنویت کی متعدد تعریفیں کی گئی ہیں مگر شیخ اکبر محی الدین بن عربی نے جو تعریف کی ہے وہ جامع اور آسان ہے۔

"ہر ظاہر کا ایک باطن ہے۔ جب ہم کسی آواز کو سنتے ہیں تو اس سے دو چیزیں منتقل ہو رہی ہوتی ہیں: جو لفظ ادا کیا گیا، اس آواز کی ظاہری شکل و صورت سننے کے حاسہ کے ذریعے عقل کو منتقل ہوتی ہے۔ دوسرا اُس لفظ کا مطلب یا معنی جس پر وہ دلالت کرتا ہے، وہ معنیٰ بھی عقل کو منتقل ہو رہا ہوتا ہے۔ مثلاً اگر لفظ 'پانی' سنا جائے تو صوتی

---

[3] نبیلہ ازہر، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، ''کلام غالب کا لسانی و اسلوبیاتی مطالعہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ص ۸۷
Nabilah āzahr, mqālah PhD, ʾʾkalām ġālb kaā lsāni w āslwbiāti mṭālʿah ,Allāma Iqbāl Open University, Islāmabād,P.87

[4] محمد حسن عسکری، تخلیقی عمل اور اسلوب، مرتبہ محمد سہیل عمر، نفیس اکیڈمی اردو بازار، کراچی، ۱۹۸۹ء، ص ۱۸۷
Muhammad ḥasan aʿskari, Takẖliqi Aʿmal āwr uslwb,mrtbah Muhammad Sohail uʿmār, nfis ākaidmi ārdw bāzār,karāchi,1989,p, 187

اظہار پانی جس معنیٰ پر دلالت کرتا ہے، وہ معنیٰ بھی عقل کو منتقل ہوتا ہے۔ ہر چیز کا جو احساس پیدا ہوتا ہے، اس میں ایک ظاہری صورت ہے اور ایک اس کا باطن اور معنیٰ ہے جس پر وہ دلالت کرتا ہے۔ لفظوں کے اسی باطن کو معنویت کہتے ہیں۔ حواس ظاہری صورت اور معنیٰ دونوں کو عقل میں منتقل کر دیتے ہیں"۔[5]

معنویت کیسے جنم لیتی ہے

شیخ اکبر محی الدین بن عربی فی معرفۃ أسرار أہل الإلہام (اہل الہام کے اسرار کی معرفت) کے باب میں حواس پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں۔ ان کے مطابق ہر چیز تہ در تہ ہوتی ہے۔ کچھ چیزیں حواس سے معلوم ہوتی ہیں اور کچھ اشیاء حواس کے ادراک سے بالا ہوتی ہیں۔ مگر عقل وہی کچھ جانے گی جو اُسے حواس سے معلوم ہو گا۔

حواس خمسہ کا ایک عمل (process) ہے۔ جب تک حواس ظاہری صورت اور باطنی معانی عقل کو نہیں پہنچاتے، اُس کا عمل (process) شروع ہی نہیں ہوتا۔ عقل کا کارخانہ اس وقت تک بند پڑا رہتا ہے جب تک حواس اسے خام مال مہیا نہ کریں۔ ہم کبھی تنہا حواس پر بھروسہ نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ کسی نتیجے پر پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ ہی تنہا عقل پر بھروسہ کر سکتے ہیں، اس لیے کہ عقل کا اپنا بھروسہ حواس پر ہے۔ لیکن عقل کے اپنے باطنی حواس ہیں۔

۱۔ حسِّ مشترک: جو چیز ہم نے دیکھی، سُنی یا چھُوئی اس کی ظاہری صورت اور اس کا ادراک حسِ مشترک میں جاتا ہے۔ گویا انسانی عقل کا یہ گوشہ حواسِ ظاہری کے تاثرات وصول کرتا ہے۔

۲۔ حسِّ خیال: یہ حس حسِّ مشترک میں پہنچنے والی مدرکات اور محسوسات کے عکس اور نقوش کو ظاہری صورت میں اپنے اندر محفوظ کر لیتی ہے

۳۔ حسِّ واہمہ: حسِ واہمہ بھی وصول کرنے کا ایک دفتر ہے۔ جس طرح کسی لفظ، کسی شے اور ادراک کی ظاہری صورت حسِ مشترک میں وصول ہوئی تھی، اس طرح حسِ واہمہ اُس صورت کا معنیٰ و مفہوم وصول کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حسِ مشترک نے اُس صورت کو وصول کیا جب کہ حسِ خیال نے اسے محفوظ کر لیا۔ یہ اس کا اسٹور ہے۔ تیسرے شعبہ حسِ واہمہ نے اُس صورت کے معنیٰ کو وصول کیا۔

---

[5] شیخ اکبر محی الدین بن عربی فی معرفۃ أسرار أہل الإلہام (اہل الہام کے اسرار کی معرفت کے باب میں)، ص ۲۲
Šhaikẖ Ākabar mḥi āldin bn ʿĀrbi fy Maʿrft asrār aahl ālalahām (āahl ālahām kay āsrār kai mʿrft ky bāb myn) ,P.22

۴۔ حسّ حافظہ: حسِّ واہمہ نے جو معنیٰ وصول کیا تھا، اُسے حسِ حافظہ نے محفوظ کر لیا۔ یہ اُس شے کے معنیٰ کو اسٹور کرتا ہے، اس خوبی پر اسے حافظہ کہتے ہیں۔

۵۔ حسّ متصرّفہ / متخیّلہ / مفکّرہ: پانچواں شعبہ حسِ متصرّفہ ہے، جسے متخیلہ اور متفکرہ بھی کہتے ہیں۔ اس کا کام 'حسِ مشترک' میں ظہور ہونے والے ظاہری عکس کو "حسِ واہمہ' میں اترنے والے معنی سے اور 'حسِ خیال' میں محفوظ شکل و صورت کو 'حسِ حافظہ' میں محفوظ مفہوم کے ساتھ متصل کر دیتا ہے۔ یوں مختلف الفاظ کے انسلاکات جنم لیتے ہیں، ان کی معنوی تہیں وجود میں آتی ہیں، شعری رعایتیں، استعارات، کنایے، مجاز مرسل اور دیگر معنوی صنعتیں اسی حس متصرفہ کا کمال ہے۔

معنویت کے ارتقائی عوامل

تمام معقولات کی بنیاد محسوسات پر ہے۔ عقل کے سارے تصورات اور معلومات کا سارا انحصار مدرکات پر ہے۔ جو کچھ حواس بھیجتے ہیں عقل اسی مواد کو باہم مربوط کرتی اور منظم کر کے علم کی شکل دیتی ہے۔ شیخ اکبر محی الدین بن عربی في معرفة أسرار أہل الإلہام (اہل الہام کے اسرار کی معرفت) کے باب میں لکھتے ہیں:

وَہٰذَا مِنْ أَعْجَبِ الْأُمُوْرِ عِنْدَنَا أَنْ يَكُوْنَ الإِنْسَانُ يُقَلِّدُ فِكْرَہ، وَنَظَرَہ، وَہُوَ مُحْدَثٌ مِثْلُه،۔ [6]

ہمارے نزدیک یہ بڑی عجیب چیز ہے کہ انسان اپنے فکر و نظر کا مقلّد بنتا ہے حالانکہ عقل بھی اُسی طرح حادث ہے جیسے خود سارا اُس کا وجود ہے۔

شیخ ابن عربی نے جہاں حس مشترک، واہمہ، خیال اور حس متصرفہ کا ذکر کیا ہے وہاں ان کے ہاں عقل محدود ہے اور حواس کی محتاج ہے۔ اس کی حصول علم کی قوت بھی محدود ہے حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ: فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ وَذٰلِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ، وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَالِکَ حُجَّةُ اللهِ عَلَى ابْنِ آدَمَ۔ [7]

علم دو (طرح کے) ہیں: ایک علم دل میں ہوتا ہے اور یہ علم نافع ہے اور ایک علم زبان پر ہوتا ہے، یہ ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔

---

[6] ابن العربی، محیٰ الدین، اکبر، شیخ، في معرفۃ أسرار أہل الإلہام (اہل الہام کے اسرار کی معرفت)، ص ۴۶
Šhaikẖ Ākabar mḥi āldin bn ʿĀrbi, Mʿrft asrār aahl ālalahām (āahl ālahām kay āsrār kai mʿrft),P.46

[7] دارمی، السنن، ۱:۱۱۴، رقم: ۳۴۳۶۱
Dārmi, Ālsunan, ,114:1 No :34361

اس حدیث مبارک میں سرورِ انبیاء ﷺ نے علم کی دو اقسام بیان فرمائی ہیں:

پہلا علم وہ ہے جو قلب کے اندر متمکن ہوتا ہے، یعنی جب یہ علم باطن پر وارد ہوتا ہے، اس کا ورودِ تام ہوتا ہے تو یہ حق الیقین بنتا ہے۔ یہ وہ یقین ہے جو قلب سے جنم لیتا ہے اور اسے علم نافع کہتے ہیں۔

دوسرا علم وہ ہے جو زبان پر ہے۔ یہ علمِ حجت ہے۔ اس علم سے فرائض و واجبات، محرمات اور منہیات متعین ہوتے ہیں۔ یہ علم واجب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ علمِ واجب بھی حاصل ہونا چاہیے اور علمِ نافع بھی تاکہ بندہ دونوں کمالات تک بخوبی پہنچ سکے۔

دوسرے لفظوں میں زبان سے صادر ہونے والا علم، علم ظاہر ہے۔ اُس سے فرائض اور واجبات متعین ہوتے ہیں اور یہ حجت ہے؛ مگر جس علم کا پودا قلب کی زمین پر اگتا ہے، وہ اصل میں نافع علم ہے۔

زبانِ ادب اسی قلبی وجدان کی زبان ہوتی ہے جو جذبہ و تخیل کو مربوط کر کے اظہار کے ایسے پیرائے بروئے کار لاتی ہے جو غیر ادبی ذہن سے ماوراہوتے ہیں۔ اس میں ہر تخلیقی ذہن کا اپنا طرزِ احساس ہے جو اسے دوسرے تخلیق کاروں سے متمیز کرتا ہے۔ ہر ایک کی اپنی قلبی کیفیات اور تخیل کی اڑان ہوتی ہے جو اس کی شخصیت کی انفرادیت سے پھوٹتی ہے۔ حافظ مظہر الدین ہوں یا حفیظ تائب، علامہ اقبال ہوں یا عبد العزیز خالد، ہر کسی کا اپنا مایہ علمی اور اپنا طرزِ احساس ہے جو انہیں منفرد معنویت اور منفرد اسلوب عطا کرتا ہے۔

شعری لغت

ڈاکٹر ریاض مجید اپنے مقالے "بر سبیل نعت، الفاظ و تراکیب" میں جو نعت رنگ شمارہ ۲۵ میں طبع ہوا، لکھتے ہیں کہ:-

"شعری اظہاریئے اور اس کے ابلاغ کے لئے الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔ کوئی بھی شخص اپنے داخلی حسیات میں کتنے ہی عمدہ خیالات کا حامل ہو لیکن اگر وہ ان الفاظ کو ترتیب دے کر ایک خاص سانچے میں ڈھالنے کا فن نہیں جانتا تو اسے شاعر یا فنکار نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے اندر موجود ان تخیلات کا اظہار لفظوں کی ایک خاص ترتیب اور اس کی ترجمانی کا فنی اظہار بہت ضروری اور اہم ہے۔ اردو کے شعری سرمائے میں استعمال ہونے والے لاکھوں الفاظ میں سے نعت کے ضمن میں تین طرح کے الفاظ نظر آتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ الفاظ جن کے پیکر میں نعت کا ایک فطری آہنگ موجود ہے جن کا براہ راست تعلق اسلام اور ہماری ایمانیات سے جڑا ہوا ہے۔ اس طرح کے الفاظ میں وہ تمام اسمائے مبارکہ ہیں جن کی تعداد ہزاروں میں بیان کی جا سکتی ہے۔ دوسری قسم الفاظ کی تراکیب سازی یا لفظیات سے عبارت ہے۔ نعت کے اظہار میں نئے پن اور نادرہ کاری کو شامل کرنے کے لئے لاحقوں سابقوں کا ایک وسیع

خزانہ بھی موجود ہے۔اس سارے ذخیرے کو تھوڑی سے توجہ سے نعت کا حصہ بنایا جاسکتا ہے۔اس کے بعد تیسری قسم نعت نگار کو زبان و بیان کے وسائل اور الفاظ کو اپنے فکر و تخیل کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے گا جس کے نتیجے میں وہ اچھے سے اچھے پیرایۂ اظہار کی جستجو کرے گا اور زندگی بھر اس کی سعی بلیغ میں لگا رہے گا۔"[8]

شعری روایت کے ضمن میں یہ سعی ہی دراصل فنی کمال کی بنیاد ہے یعنی شعری اظہاریئے میں جتنی سعی اور جستجو بڑھتی جائے گی اور اسی طرح روایت کا حصہ بنتی چلی جائے گی۔اس حوالے سے زبان و بیان یا صنف سخن کی اولین کاوش سے لے کر جاری کاوش تک اسی روایت کا حسین تسلسل ہے۔جس طرح سمندر کے پانی میں پہلا پانی بھی موجود ہوتا ہے اور اسی میں ہر لمحے تازہ پانی بھی شامل ہوتا رہتا ہے۔دل جب بھی کسی جذبے سے لبریز ہوتا ہے تو اس کو پیمانہ کسی نہ کسی تشبیہ کے اندر ہی نمو پذیر ہوتا ہے اور یہی نمو پذیری شاعری کے ظہور کا ذریعہ بنتی ہے۔

ایسے ہی الفاظ اگر ایک خاص نظم اور ترتیب سے استعمال کیے جائیں تو قاری اس فن پارے سے تسکین و راحت محسوس کرتا ہے۔جب جذبہ اور خیال ایک لفظ میں اکٹھے ہوتے ہیں تو ان سے ایک طرح کا شعلہ سا بلند ہوتا ہے جیسے دو پتھروں کے ٹکرانے سے چنگاری پیدا ہوتی ہے اور یہی شعریت یا شعری تخلیق کے زمرے میں آتی ہے جو درحقیقت معنویت کا ایک ادبی نام ہے۔جذبہ و خیال کی یہی یگانگت ہمارے شعور اور ہمارے تجربوں کے خزانے میں اضافہ کرتی ہے اور اَن دیکھے تجربات سے اس طرح مانوس کر دیتی ہے جیسے وہ تجربے ہمارے اپنے تجربے بن گئے ہیں۔معنویت کی تشکیل میں لفظ و معنیٰ کے اس طرح گھل مل جانے یا احدیت اور عینیت کے رشتے میں بندھے جانے کی کیمسٹری جاننا ضروری ہے تاکہ تشکیل معانی کی تخلیقی تکمیل کے عمل کا احاطہ کیا جاسکے۔

صنائع معنوی کا استعمال

اندرونی اور باطنی طور پر فکر و نظر سے لبریز شعر کی تاثیر ظاہری فنی اصولوں پر پورا اترنے والے کلام سے کہیں زیادہ دوررس اور دیرپا ہوتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو شعری تخلیق کو سامعین و مخاطبین کے احساس اور شعور کی بیداری کا سبب ٹھہرتی ہے۔تحسین معنوی کے ماہر شعرا اپنے کلام میں ذومعنویت اور ایہامی صورت پیدا کرنے، زور اور دلالت میں اضافہ کرنے، مبالغہ و استعجاب کے عنصر کو ابھارنے، تقابل و موازنہ کی فضا تشکیل دینے اور بات میں اثر آفرینی لانے کے لیے درجنوں معنوی صنعتوں کو استعمال کرتے ہیں۔یہ وہ محسنات ہیں جن کے ذریعے شاعر تحسین

[8] نعت رنگ شمارہ ۲۵۔ڈاکٹر ریاض مجید، ''بر سبیل نعت، الفاظ و تراکیب'' ص ۱۵۵

Nāʿt rāng šmārah -25 dr Riāḍ majid, ʾʾbārsābil e nāʿt, ālfāẓ w trākaibʿʿ,P.155

وتزئینِ کلام کو محض الفاظ ہی نہیں بلکہ ان کا ارتباط معنی کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔ وہ معنی کی تبعیّت کے پیشِ نظر شاعری میں ایسی لفظیات کا استعمال کرتا ہے کہ معانی میں خوبصورتی اور حسن پیدا ہو جاتا ہے۔

"جو بھی تخلیق کار تخلیقی عمل میں محبت اور جستجو کو بروئے کار لائے گا اس پر اس حقیقت کا ادراک خود بہ خود عیاں ہو جائے گا کہ صنائع معنوی کے استعمال کی غرض وغائت دراصل کیا ہے۔ جب فن کو تخلیق کرنے والا فکری وشعور طور پر اس صنائع کا استعمال کرے گا تو یقینی طور پر وہ الفاظ کے استعمال میں احتیاط سے کام لے گا اور اس صورت میں وہ ایسے ہی الفاظ کا چناؤ کرے گا جو معنوی، صوتی اور لفظی حوالے سے مضبوط اور مربوط ہوں۔ فن کی ان جہات پر نظر رکھنے والا فن کار اپنے فنی اظہار یئے کے اظہار اور ابلاغ کے انہیں استعمال میں لائے گا کہ تمام معنوی وصوتی تلازمے اپنی جگہ قائم رہیں"۔[9]

صنائع سے حاصل کردہ خصائصِ کلام

جو شعراء الفاظ کا چناؤ کرتے ہوئے معنی کو ہر اعتبار سے مقدم رکھتے ہیں، اُن کے ہاں اعلیٰ ترین خیالات وافکار کا مؤثر طور پر اِبلاغ ہوتا ہے۔ وہ محسناتِ معنوی کو برتتے ہوئے اپنے مطمحِ نظر کی ترسیل وتبلیغ کمال درجے کی بلاغت کے ساتھ کرتے ہیں۔ وہ معنوی بدیعی صنعتوں سے پانچ نمایاں خصایص بہ آسانی حاصل کر لیتے ہیں۔

ا۔ ان سے کلام میں ایہامی یا ذو معنی رنگ ابھرتا نظر آتا ہے۔

کلام میں ذو معنویت پیدا کرنے یا اشعار کے ایہامی پہلوئوں کو ابھارنے کے لیے صنعتِ تدبیج، صنعتِ ایہام، صنعتِ ایہام تضاد، ایہام تناسب، صنعتِ توجیہ، صنعتِ استتباع اور صنعتِ ادماج جیسی معنوی صنعتوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ مصنف بحر الفصاحت کے مطابق صنعتِ تدبیج وہ معنوی صنعت ہے جس کے ذریعے شاعر کلام کو یوں آراستہ کرتا ہے کہ اس سے کوئی مطلب بطریقِ کنایہ یا ایہام کے رنگوں میں بیان ہو جائے۔ اصطلاحاً اس سے مراد یہ ہے کہ شاعر کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے جس کے دو معنی ہوں، ایک قریب کے اور دوسرے بعید کے۔ خوبی اس کی یہ ہے کہ اس لفظ سے پڑھنے والے کا گمان قریب کے معنوں کی طرف جائے مگر شاعر کی مراد معنیِ بعید ہوں۔ ریاض حسین چودھری کے مجموعہ کلام ''غزل کاسہ بکف'' میں ان صنائع کو کمال حیرت سے استعمال کیا گیا ہے۔

۲۔ یہ محسنات شعر پاروں میں زور اور دلالت پیدا کرتے ہیں۔

---

[9] عابد علی عابد، شعر اقبال، لاہور، بزمِ اقبال ۱۹۹۳ئ، ص ۳۳۷

Ābid Āli ʿābd, šʿre āqbāl, lāahwr, bzme āqbāl 1993,P. 337

بعض اوقات تو کسی خاص سراغ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے کسی صنعت کو سمویا ہے وگرنہ زیادہ تر اشعار میں بڑی بے ساختگی سے مدلل و پرزور آہنگ ابھرا ہے۔ پھر حیرت انگیز امر یہ ہے کہ وہ کسی بھی مقام پر صوتی آہنگ کی دلنشینی میں کمی نہیں آنے دیتے، جو ایک عمدہ شعر پارے کا جزوِ لاینفک ہے۔ صنعتِ جمع، وہ صنعت ہے جس کے تحت شاعر کئی امور کو کسی ایک ہی حکم کے تابع لاکر زور اور دلالت پیدا کر دیتا ہے:۔

شبنم، دھنک، چراغ، شفق، چاندنی، ہوا　　　مصرع اٹھا رہے ہیں نئی نعت کا ریاضؔ[10]

۳۔ مبالغہ و استعجاب کے عناصر دلنشین پیرائے میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

۴۔ تقابل و موازنہ کی خصوصیات کے توسط سے پیغامبری کا فریضہ احسن طور پر انجام پاتا ہے۔

۵۔ اور پانچویں خصوصیت اثر آفرینی کی ہے جو انھی بے مثال صنائعِ معنوی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

ریاض کے ہاں معنویت کی بنیادیں

ریاض کی نعت کی معنوی پہنائیاں ان روایت و جدیدیت کے سوتوں سے پھوٹتی ہیں جو انہیں ان کے ادبی ورثے، معاصر شعرا کی ادبی صحبت، قدیم و جدید کے مطالعہ، مشق سخن، زندگی کی نعت سے لبریز بہار رنگ صورتحال اور ذوق پنہاں کی آبیاری کی شکل میں میسر آئیں۔ آنکھ کھولی تو گھر میں محافل نعت کی رنگینیوں کا بدن ٹٹولنے لگے۔ سخن فہمی اور سخن گوئی کے تحائف کا انجذاب ان کی روح میں پہلے سے موجود تھا۔ ان کی حس متصرفہ ان کے لفظیاتی انسلاکات میں نمایاں طور پر کارفرما نظر آتی ہے مگر ان کے ان وسائل اظہار میں معنویت کا ورود سرحد عقل سے ماورا ان کی وجدانی کیفیات سے ہوتا ہے۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک ہی نشست میں کئی نعتیں لکھ جاتے ہیں اور دو نعتیہ سے ہشت نعتیہ تک تخلیق کر جاتے ہیں۔ چھ ہزار مصرعوں کی پانچ سے بندوں پر مشتمل ''طلوع فجر'' تخلیق کرتے ہیں جس میں ہر لائن میں مضمون الگ اور نیا ہے اور اسلوب حسیاتی گہرائیوں کا مرقع ہے۔ جناب حفیظ تائب نے ریاض حسین چودھری کے ۱۹۹۵ء میں چھپنے والے پہلے مجموعۂ نعت کے پیش لفظ "پیشوائی" میں لکھا تھا:

''مجلہ 'اوج' کے نعت نمبر میں ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کے سوال کہ آپ نعت گوئی کی طرف کیسے مائل ہوئے، بنیادی محرکات کیا تھے...... ؟ کے جواب میں ریاض حسین چودھری نے لکھا ہے: ''یوں لگتا ہے، جیسے ازل سے میری رُوح حصارِ عشقِ محمد ﷺ میں پناہ گزیں ہے۔ ازل سے اُنہی قدوم مبارک میں جبینِ نیاز سر بسجود ہے، شعور کی آنکھ

---

[10] غزل کاسہ بکف، ص۔۲۵، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ط۔ جنوری، ۲۰۱۳، ص ۷۶

Ġhzāl kaāsah bākaf, p ,25-mkatbah tāʿmir insānit, Lahore, Jan,2013 ,P.76

کھولی تو گھر میں اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کے ذکرِ اطہر سے فضا کو معمور پایا۔ میں شعوری طور پر نعت کی طرف نہیں آیا، اس لیے بنیادی محرکات کی توجیہ کرنے سے قاصر ہوں"۔[11]

اسی مجموعے میں اپنی تعارفی تحریر میں ریاضؔ خود لکھتے ہیں:

"مجھے نہیں معلوم کہ کب خلعتِ انوارِ عشق مصطفیٰ کلکِ بامراد کو عطا ہوئی، میں نہیں جانتا کہ کب سے نزولِ آیتِ عشقِ نبی کی بادِ بہاری گلشنِ ہستی کی روش روش پر مہک رہی ہے، مجھے نہیں خبر کہ کب منصبِ نعت گوئی کا زائچہ ہاتھ پر رقم ہوا، اور کب اور کہاں متاعِ قلب و جگر مکینِ گنبدِ خضرا کے نعلین پاک پر نثار ہوئی۔ مجھے تو یوں لگتا ہے، جیسے ازل سے درودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں لیے غریبوں کے والی اور یتیموں کے مولا کے حضور دست بستہ کھڑا ہوں اور حکمِ خداوندی بجالا رہا ہوں۔"[12]

کشکول آرزو میں لکھتے ہیں:

روزِ الست آنکھ جو کھولی شعور نے　　قدرت نے ایک نور سا ہاتھوں میں رکھ دیا
میں نے بڑے خلوص سے چوما اسے ریاضؔ　　اور پھر قلم حضورؐ کے قدموں میں رکھ دیا[13]

جو بات ریاض کی نعت کا مطالعہ کرنے والے اور ادبِ نعت کا ذوق رکھنے والے ہر قاری نے محسوس کی ہے اس کی مابعد الطبیعات پر مفکرین ادب اور اساتذۂ فن نے کھل کر اظہار خیال کیا ہے اور یہ بات تسلیم کی ہے کہ نعت توفیق ایزدی ہے اور جو نعت ریاض نے تخلیق کی ہے اور جس اسلوب، لب و لہجے اور شعری لغت کو اپنایا ہے وہ منجانب اللہ ہے۔ یقیناً نعت میں شعریت کی یہ ایک وہبی صورت ہے۔ یہاں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم یہاں ریاض کی نعت کا معنوی جائزہ لیتے ہوئے یہ بات کہہ رہے ہیں اور یہ ذاتی پسندیدگی یا شہرت کی جستجو کا معاملہ ہر گز نہیں۔ بھلا احمد ندیم قاسمی، حفیظ تائب، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر سید محمد ابو الخیر، پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی، ڈاکٹر ریاض مجید اور ڈاکٹر خورشید رضوی اور دیگر سر کردہ نامور ادیب، شاعر، محققین اور مفکرین ادب کیونکر ریاض کی تخلیق نعت کے

---

[11] چودھری، ریاض حسین، زرِ معتبر، ۱۹۹۵، خزینۂ علم و ادب، اردو بازار لاہور، ص۔۴۴
Chwdhri,riāḍ ḥsin,zāre mʿtābār ,1995ẖzinahe ʿlm w ādb Urdu bāzār Lāhore,p.44-

[12] ایضاً، ص۔۵۸

Ibid, p 58

[13] کشکولِ آرزو، ۲۰۰۲، القمر انٹرپرائزرز، غزنی اسٹریٹ اُردو بازار، لاہور، ص۔۶۷
kaškawle ārzw, ,2002 Ālqmār Intrprāizrz, ġzni āstrit Urdu bāzār Lāhore,P.67-

ضمن میں ایک ہی مشاہدہ کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ دیکھئے جناب محمد افضل فقیر تخلیق نعت کے حوالے سے نعت کے مثالی اسلوب کے ضمن میں کیارائے رکھتے ہیں :

"دیگر اصنافِ سخن کی طرح نعت اور نعت گو کے باہمی ربط کا تجزیہ بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ شاعر کے کردار کی پاکیزگی، صفائے باطن اور اخلاصِ عمل کی تاثیرات اس کے پیکرِ نعت میں جلوہ گر ہوتی ہےں۔ ایک صاحبِ ذوق عارف کسی صنفِ سخن میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کرے، متصوّفانہ نظریات سے اس کا کلام لبریز نظر آئے گا۔ پھر صنفِ نعت تو باطنی ارادت کی عظیم ترین ترجمان ہے۔ ایک مرتبہ مولانا غلام قادر گرامی نے علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کی زمین میں شعر لکھنے کے لئے اُن کا وجدان اور تقویٰ کہاں سے لاؤں؟ معلوم ہوا کہ عظمتِ تقویٰ اور بلندئ کردار شہپارہ نظم پر اس طرح متجلّی ہوتے ہیں کہ پھر اس کی تقلید بھی از قبیل محالات ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ عمومی طور پر دیگر نعت گو حضرات بھی ہیں، ان کی کاوش بھی قابلِ ہزار تحسین ہے کہ اُن کے سینوں میں اقرارِ توحید و رسالت موجود ہے، جو معارفِ نعت کا مخزن ہے۔ پھر اس کے ساتھ احساس گنہ گاری بھی ہے جو توبہ و انابت کی اصل ہے اور احساسِ ندامت ایک ایسا لامعہ نیاز ہے جس کی سرحدیں الطافِ ذاتِ لم یزل کو مماس ہیں۔ ویسے بھی ہر کلمہ گو پر واجب ہے کہ اپنے ولیئ نعت کا سپاس گزار رہے۔ ہر وہ امتی جس کی زبان یا قلم سے کوئی مدحیہ کلام بہ صورتِ نظم و نثر صادر ہو ایک سپاس گزار ناعت ہے۔"[14]

یہی وہ صفائے باطن اور اخلاصِ عمل کی تاثیرات ہیں جنہوں نے ریاض کی باطنی ارادت کو جنم دیا۔ پھر کچھ بھی ان کے بس میں نہ رہا۔ تخلیق نعت کا شعور انہیں کب ودیعت ہوا، یہ انہیں معلوم نہیں، البتہ وہ اپنی سوچ کے حوالے سے یہی جانتے ہیں:

میں تو کیا سوچیں بھی میری دست بستہ ہیں ریاضؔ
جب بھی سوچوں گا نبی کی نعت ہی سوچوں گا میں [15]

---

[14] نعت کی شعری روایت، صبیح رحمانی، جون ۲۰۱٦، اکادمی ادبیات، (نعت کا مثالی اسلوب نظم، حافظ محمد افضل فقیر)، ص۔۱۵۸
Nāʿt kai Šhāʿri riwāit, Sābiḥ Rāḥmāni, June 2016 Ākaādmi Ādbiāt, (nāʿt kaā mṯāli āslwb nẓm , ḥāfiẓ Muhammad Āfzāl fāqir),P. 158-

[15] کشکولِ آرزو، ۲۰۰۲، القمر انٹرپرائزرز، غزنی اسٹریٹ اُردو بازار، لاہور، ص۔۴۳
Kaškawle arzw, ,2002 Ālqmār Intrprāizrz, ġāzni Steet Urdu bāzār, Lahore, P.43-

یہ وہ معنویت کا طلسماتی، سحر انگیز اور منفرد دوروود ہے جو ہمیں ریاضؔ کی نعت نگاری ہے میں دیکھنے کو ملتا ہے اور جو انہیں وہبی طور پر عطا ہوا۔ ان کی نعت اسلوب و معنویت کی ایسی وحدت کو جنم دیتی ہے جسے ریاضؔ کے طرز احساس کا کرشمہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ رزقِ ثنا میں لکھتے ہیں:

نعت کیا ہے لب بہ لب طیبہ کے میخانے کا نام — نعت کیا ہے آنسوؤں کے رقص میں آنے کا نام
نعت کیا ہے لوحِ جاں پر پھول بکھرانے کا نام — نعت کیا ہے انؐ کی چوکھٹ پر مچل جانے کا نام
نعت کہنے کے لئے دل پاک ہونا چاہئے — غرقِ الفت دیدۂ نمناک ہونا چاہئے[16]

نعت کے ساتھ محبت کی یہ وہی انفرادیت ہے جو انہیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ نعت کے فن سے عشق اور اس کے معنوی دائروں کے گرد ان کا فکری سفر بہت گہرا اور عمیق ہے جہاں وہ صاحب نعت کے ذکر کے ساتھ ساتھ فن نعت کے ساتھ بھی سنجیدگی اور محبت کے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہیں اور اسی سبب سے ان کی نعت میں وہ بنیادی عنصر شامل ہوتا ہے جسے ادبی و تخلیقی معنویت کا نام دیا جاتا ہے۔

ریاض کی نعت میں معنویت کا ارتقا

احمد ندیم قاسمی نے ۱۹۹۵ء میں شائع ہونے والے ریاض حسین چودھری کے پہلے مجموعۂ کلام کا سرورق لکھتے ہوئے انہیں "اس دور کے سب سے بڑے نعت نگار حفیظ تائب اور ایک اور نعت نگار حافظ لدھیانوی" کی صف میں شمار کرتے ہوئے تحریر کیا:۔

"ریاض کی نعتیہ شعری کاوشوں کا مطالعہ کرتے ہوئے میں نے یہ بات محسوس کی ہے جب وہ اس صنف کی ابتدا کرتے ہیں تو ان پر سپردگی اور وارفتگی کی ایسی کیفیت کا وارد ہوتی جس کو وہ بہر صورت تسلسل سے جاری رکھنا چاہتے ہیں اور اپنی تخلیقی کاوشوں کو تکمیل تک پہنچانے کو کسی صورت ان کا دل نہیں چاہتا.......وہ اس دور کے ایک مکمل اور بھرپور نعت نگار ہیں۔ "بھرپور" کا لفظ مَیں نے بطور خاص استعمال کیونکہ ان کے تخلیق گئے کلام میں محبت رسولؐ کی سرشاری بھی ہے، لہجے کی موسیقیت بھی ہے اور سب سے بڑھ کر ادب کا خاص اہتمام بھی ہے جو نعت کا بنیادی تقاضا ہے۔"[17]

---

[16] رزقِ ثنا،۱۹۹۹، خزینۂ علم و ادب، اردو بازار لاہور، ص۔ ۶۵
Rizqe Sānā, ,1999 ẖzinahe ʿlm w ādb, ārdw bāzār lāahwr,P. 65

[17] سرورق، زرِ معتبر، ۱۹۹۵، خزینۂ علم و ادب، اردو بازار لاہور، ص۔ ۹۷
Sār e wārq, zre Muʿtbār, ,1995 Kẖāzinahe Iʿlm w ādb Urdu bāzār Lāhore,P. 97-

اپنے تخلیقی عمل کو انجام تک پہنچانے کو جی نہ چاہنے کی کیفیت اور بھرپور نعت نگار ہونے کے مشاہدات ریاض کی نعت نگاری کی معنوی اور فنی وسعتوں کی طرف واضح اشارہ ہیں۔ اس حقیقت کے شواہد خود ریاض کے کلام میں موجود ہیں۔ اپنے پندرھویں مجموعہ کلام میں لکھتے ہیں:

مجھے کامل یقیں ہے موسمِ مدحت کی رم جھم میں　　　وفورِ نعت کے لب پر رہے گی انتہار قصاں[18]

اسی طرح اپنے بیسویں نعتیہ مجموعے "وردِ مسلسل" میں لکھتے ہیں:

سر پر ہے ثناخوانی کی دستار مسلسل　　　کھلتے ہیں مری شاخوں پہ افکار مسلسل[19]

"مسلسل" کا لفظ ان کے ہر مجموعہ کلام میں مختلف صورتوں میں کئی بار استعمال ہوا ہے۔ نعتِ مسلسل کی ترکیب بھی استعمال ہوئی ہے۔ پہلے ہی مجموعے "زرِ معتبر" میں یہ لفظ کوئی سولہ مرتبہ آیا ہے اور نعتِ مسلسل، کیفِ مسلسل، اضطرابِ مسلسل اور فیضانِ مسلسل جیسی تراکیب استعمال کی گئی ہیں، جہاں وہ لکھتے کہ قرآن ایک مسلسل نعت ہے اور خود اسمِ محمدؐ ایک مسلسل نعت ہے:

ریاضؔ اسمِ محمدؐ تو خود اِک نعتِ مسلسل ہے　　　ترے الفاظ کیا، تیرا قلم، تیری زباں کیا ہے[20]

یوں ریاض نے "بھرپور" نعت لکھی اور نعت مسلسل لکھی۔ ریاض جب نعت تخلیق کرنے لگتے ہیں تو کرتے چلے جاتے ہیں اور ان کا اس عمل کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا کیونکہ وہ نعتِ مسلسل لکھ رہے ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک مجموعہ نعت کا نام ہی "ورد مسلسل" رکھا ہے۔

انہوں نے جو طویل نعت نگاری کی، اس کی مثال ایک خود رو چشمے کی طرح ہے جو پھوٹ پڑتا ہے اور بہنے لگتا ہے اور بہتا چلا جاتا ہے اور اسے "زم زم" کہنے والا کوئی نہیں۔ اس طوفانی چشمے کے پیچھے کون سا تخلیقی عمل کارفرما ہے اسے ریاض ازل سے نعت گوئی کا تخلیقی تجربہ قرار دیتے ہیں جس کا اظہار ان کے تمام مجموعہ ہائے نعت میں ملتا ہے۔ وہ "متاعِ قلم" مطبوعہ ۲۰۰۱ء میں لکھتے ہیں:

روزِ ازل سے مجھ پہ کرم ہے حضورؐ کا　　　ورنہ ریاضؔ کیا مری اوقات اور مَیں
دیدارِ مصطفےٰؐ کی تمنّا لئے ہوئے　　　روزِ ازل سے ایک پرندہ سفر میں ہے[21]

---

[18] کائنات محو درود ہے، ۲۰۱۷، مکتبۂ انسانیت، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ص۔ ۱۱۲

Kaāināt māḥw e dārwd hy ,2017 ,mkatbahe Insānit, Ġazni strit Urdu bāzār Lāhore,P.112-

[19] ورد مسلسل، دسمبر ۲۰۲۱، نعت ریسرچ سنٹر، کراچی، ص۔ ۹۸

Wird e musālsāl, Dec 2021 naʿt research center, karāchi,P.98-

[20] ایضاً، ص۔ ۱۰۹

Ibid, P. 109

خلدِ سخن میں لکھتے ہیں:

ازل سے روشنی خلدِ سخن میں رہتی ہے ازل سے چاند ستارے ورق پہ ملتے ہیں[22]

ان کی نعت کے مضامین متنوع اور اَن گِنت ہیں اور زندگی کے جملہ معاملات و مسائل کو محیط ہیں۔ یہ تنوع صرف مضامین کے حوالے سے ہی نہیں بلکہ وسائلِ اظہار کے حوالے سے بھی۔ انہوں نے تشبیہات، استعارات، تراکیب، رعایات اور نعتیہ لغت کے معانی کو بھی وسعتیں عطا کی ہیں اور نئی تراکیب اور نئے استعارات تخلیق کئے اور شعری روایت میں گراں بہا اضافے کئے ہیں جس سے زیبائشِ اظہار کے حوالے سے اردو کے نعتیہ ادب میں لغوی حسن کو فروغ ملا ہے۔ ریاض نے زندگی کے جدید حوالوں کے مطالب و مفاہیم روائتی نعت کے دامن میں ڈال کر ایک نئی دنیائے معانی اور ایک نیا جہانِ حرف وصوت تخلیق کیا جو صرف ریاض کا جہانِ نعت ہے۔

ریاض کے اسلوب کے خدوخال

ریاض کے اسلوب کے خدوخال کے حوالے سے چند اساتذۂ فن کی آرا اور مشاہدات ملاحظہ فرمائیں۔ شیخ عبدالعزیز دباغ نے ریاض کی نعت کے تخلیقی عمل کو شانِ تغزّل اور شعری بنت کاری کی ایک بہترین صورت ٹھہرایا ہے۔

"جنابِ ریاض کی "کشکولِ آرزو" کے عناصرِ ترکیبی اور عملِ کیمیائی ادراک میں آ بھی جائیں تو بھی ورائے ادراک سی داستان لگتی ہے۔ ان کا نفسِ ناطقہ، لطافتِ تخیل، تشکیلِ معانی عملِ تخلیق اور طرزِ اظہار ان کی ذات میں اس طرح آمیختہ ہیں کہ ان کی نعت کا تغزّل اور شعریت ایک وہبی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔"[23]

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر نے "کشکولِ آرزو" کو پس ورق تحریر کرتے ہوئے لکھا:

"ریاض حسین چودھری کا وجود مجھے تو نعت گوئی میں مستغرق دکھائی دیتا ہے۔ وہ نبی محترمؐ کے خدوخال کو تلاش کرنے کے لئے اپنے خیال اور مشاہدے کو بروئے کار لاتے ہیں۔ اُن کے ہاں برتی جانے والی تراکیب ان کے شعورِ نغمہ کا ایک غیر ارضی استعارہ بن گئی ہیں۔"[24]

---

[21] متاعِ قلم، ۲۰۰۱، القمر انٹرپرائزرز اردو بازار لاہور، ص ۸۹

Mātā' I Qālām,,2001 , Ālqmār Inter prāizrz Urdu bāzār Lāhore,P-89

[22] خلدِ سخن، ۲۰۰۹، القمر انٹرپرائزرز اردو بازار لاہور، ص ۴۳

Khuld e sukẖān,, ,2009 , Ālqmār Inter prāizrz Urdu bāzār Lāhore,P-43

[23] پس ورق، کشکولِ آرزو، ۲۰۰۲، القمر انٹرپرائزرز، غزنی اسٹریٹ اُردو بازار، لاہور،

Pās e wārq, kaškawle Ārzw, ,2002 Ālqmār Inter prāizrz Urdu bāzār Lāhore

[24] پس ورق، کشکولِ آرزو، ۲۰۰۲، القمر انٹرپرائزرز، غزنی اسٹریٹ اُردو بازار، لاہور،

شیخ عبدالعزیز دباغ "غزل کاسہ بکف" کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"جناب ریاض حسین چودھری کا قلم ان کا ہمرز و ہم قدم مشیر ہے جو دراصل ان کا پیکر وفا حبیب بن کر ان پر ہر لمحہ نچھاور ہوتا رہتا ہے، جو ہر طرح کی رعائتیں تلاش کر کر کے ان کے سامنے رکھتا چلا جاتا ہے اور وہ ان کو اپنے آب بصیرت کو تیز کرنے کے لئے سرمے کی صورت اپنے قلم کی آنکھ لگاتے چلے جاتے ہیں۔ معنوی حسن کی سیج سجانے کے لئے وہ جس لفظ کو جہاں اور جیسے استعمال کر لیں تو یہ ہوتا چلا جاتا ہے۔"[25]

ریاض کے ہاں ھیئت کا تنوع اور اسلوب کا شجر سایہ دار

حفیظ تائب "زرِ معتبر" میں "پیشوائی" کے عنوان سے اپنی تحریر میں لکھتے ہیں:

"زرِ معتبر" میں نعتیہ شاعری کو آزاد اور پابند نظموں کے وسیع امکانات کے ذریعے، نئے آفاق دکھائے گئے ہیں تو غزلیہ انداز کی نعتوں کو جدید تر اسالیب سے ہم آہنگ کر کے نیا وقار عطا کیا گیا ہے.... آزاد اور پابند نظموں میں جہاں سیرت کے بیکراں مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے، وہاں ان کا ہر ہر مصرع اور ہر ہر سطر پیرایۂ غزل لیے ہوئے ہے۔ نعتیہ غزلیں شاعر کی جولانی طبع کی بدولت ایک طرف قصیدہ بنتی نظر آتی ہیں تو دوسری طرف اُن میں نظم کا تسلسل در آیا ہے۔ نو بہ نور دیفیں اور زمینیں اس پہ مستزاد ہیں۔"[26]

ریاض کا پہلا شعری مجموعہ "زرِ معتبر" دیکھیں جہاں تخلیقِ نعت طلوع صبح کے دلنشیں منظر کی صورت تغزل کی روشنی بکھیر رہا ہے۔ وہ نعت کے اس تخلیقی فن کو غزل کی ہی ایک صورت سمجھتے ہیں کیونکہ نعت کا صنفی اظہار یہ غزل کے پیکر میں ہی زیادہ تر نمو پذیر ہو رہا ہے۔:

کروں میں بھی حنابندی گلستانِ سخن تیری　　　　غزل کہتی چلے صلِ علیٰ طیبہ کی گلیوں میں[27]

ریاض کے اٹھارویں نعتیہ مجموعے "روشنی یا نبی" کے علاوہ ان کے جملہ نعتیہ مجموعے غزل اور پابند اور آزاد نظم کی ہیئتوں میں لکھے گئے ہیں جبکہ زیادہ تر کلام غزل کی ہیئت میں ہے۔ چونکہ ریاض اپنے کلام کے شعری اور فنی تشخص

Ibid,

[25] غزل کاسہ بکف، جنوری ۲۰۱۳، مکتبۂ انسانیت، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ص۔ ۸

Ġhzāl kaāsah bākaf, ,mkatbah tā'mir insānit, Lahore,P. 8-

[26] زرِ معتبر، ۱۹۹۵، خزینۂ علم و ادب، اردو بازار لاہور، ص۔ ۱۰

Zāre mo'tbār, ,1995 Kẖāzinahe 'lm o Ādāb, Urdu bāzār Lāhore,P. 10-

[27] زرِ معتبر، ۱۹۹۵، خزینۂ علم و ادب، اردو بازار لاہور، ص۔ ۱۴

Ibid,P-14

کے بارے تخلیقی فکر کے مالک تھے اس لئے انہیں نعت کے اعلیٰ مقام و مرتبہ کے حوالے سے غزل کی ہیئت کا احساس ہمیشہ دامن گیر رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ ریاض کا آٹھواں نعتیہ مجموعہ "غزل کاسہ بکف" ایک چشم کشا تخلیقی ریاضت ہے جس سے نعت کے ادبی، فنی اور تخلیقی مقام کا تعین یوں ہوتا ہے جیسے درِ حبیبؐ پر کیفِ حضوری نصیب ہو جائے۔ پختہ اور زیبا غزل لکھنے والے ریاض جب نعت لکھنے لگے تو اوجِ فن کی اُن بلندیوں تک جا پہنچے جہاں انہیں غزل نعت کی بار گاہ میں کاسہ بکف دکھائی دینے لگی۔ یہ احساس انہیں اِس شدت سے ہوا کہ اپنے مجموعۂ نعت کا نام ہی "غزل کاسہ بکف" رکھ دیا۔

دراصل ریاض چودھری صاحب کے ہاں تخلیقی زاویہ ہائے نعت خود ان کے اپنی دسترس میں بھی نہیں تھی بلکہ یہ خیال کی وہ روشنی تھی جو گنبد خضرا سے مسلسل اترتی ہوئی ان کے خیال تک پھیلتی چلی جاتی ہے۔ انہیں قدرت نے حسنِ ادب اور حسنِ تخلیق کی لطافتوں کا وہ شعور عطا کیا ہوا تھا جس کے تحت لکھتے ہوئے اُن کے لئے ہیئت کا انتخاب ایک لاشعوری تجربہ تھا۔ یوں انہوں نے صنفِ نظم میں بھرپور نعت لکھی اور نظم کی ہر ہیئت میں لکھی۔ نظمِ نعت اُن کا اٹھارواں مجموعہ ہے جو ایسی ہی لازوال تخلیقی کاوشوں پر مشتمل ہے۔

اردو نظم اور اس کا ارتقائی سفر ریاض حسین چودھری کو نعت کی تخلیق کے حوالے سے ورثے میں ملا۔ اردو نظم کا ایک بحر موّاج ان کے تحت الشعور اور لاشعور کی پہنائیوں میں ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے اور حرف وبیان کی ناؤ کو ساحل اظہار پر اتارتا چلا جاتا ہے۔ ان کی 'کلک مدحت' ان کی تخلیق کاری میں عالمِ کیف میں رہ کر بہارِ اظہار کی ترتیب و تزئین کرتی ہے۔ آزاد نظم، نظمِ معریٰ، گیت، ماہیہ، سانٹ، موڈ کے مطابق جو ہیئت موزوں ہو جائے ریاض مدحت نگاری کی ناؤ کو قلزمِ اظہار میں اتار دیتے ہیں جس کے بعد بہتے چلے جانے کا نشہ ان کے بادبانِ حرف و صوت کو اڑائے چلا جاتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی نے ''طلوعِ فجر'' میں تحریر کرتے ہیں:۔

"یہ طویل نظم ایک مستقیم انداز میں سیرتِ رسول ﷺ کا فیض بار حوالہ بن گئی ہے۔ ایک بحر میں اتنے فکر انگیز اور طربناک مصرعے نکالنا شاعر کے شعور کی پختگی اور مہارت کی شہادت ہے۔ یوں تو ہر بند ایک خیال کا پیکر ہے مگر خیالات کی بوقلمونی عقیدت کی یکسوئی کا عمدہ اظہار بھی ہے۔ اگر ساری نظم کو ایک عنوان دیا جائے تو 'طلوعِ فجر' کا منتخب عنوان بر محل لگتا ہے کہ ہر ہر مصرعے سے ایک نور پھوٹتا دکھائی دیتا ہے، نظم کیا ہے فشارِ نور کی ایک دلآویز حکایت ہے۔ انسانیت کی اصلاح و فلاح کے لیے ایک نور آسا راہنمائی ہے، شاعر نے بھٹکے ہوئے انسان کے لیے اُمید کی

ایک فجر کا حوالہ دیا ہے کہ تاریکیوں سے چھٹکارا پانا ہے تو اس 'طلوعِ فجر' کی طرف توجہ دو کہ ہر ظلمت میں یہی نور کا حوالہ راہنما ہے۔"[28]

ریاض کے پندرھویں مجموعہ کلام ''دبستانِ نو'' کے دیباچے میں ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

"اس حوالے سے یہ مجموعۂ ثنا ایک شاندار انفرادیت لئے ہوئے ہے۔ اردو نعت کے عقیدتی اثاثے میں اس اعتبار سے یہ مجموعہ جداگانہ مفصّل مطالعے کا متقاضی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے، شیفتگی اور جذبے کا وفور 'دبستانِ نو' کا تخصّص ہے۔ اردو عقیدت نگاری کی تاریخ میں اس مجموعے کو ہمیشہ ایک یادگار حیثیت حاصل رہے گی۔"[29]

ریاض کی نعت کی معنوی تہیں اور علامتی اسلوب کا طلسم

ریاض حسین چودھری کے پیرایۂ اظہار میں ہمیں ایک طرح کا مکمل علامتی نظام دکھائی دیتا ہے۔ خوشبو، ہوا، چراغ کرن، جگنو، تتلیاں، کالی گھٹا، سبز پانی، آنگن کی چڑیاں سب ایک ہی خاندان کے افراد ہیں، جو جس کے ساتھ چاہے مل بیٹھے اور محفلِ توصیف وستایش کو صبحِ گلستاں کر دے۔ یہ علامتی نظام باہمی رعایتوں کے حوالے سے نئی نئی تراکیب اور نئے نئے استعارات کو جنم دیتا ہے۔ اور یوں ریاض کا متنوع فنِ اظہار وجود میں آتا ہے۔"کشکولِ آرزو" کے یہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

آؤ پھر لفظوں کے سر پر رکھیں دستارِ سخن   آؤ پھر سوچوں کو پوشاکِ دعا دیتے چلیں
آؤ پھر بانٹیں چمن میں خوشبوؤں کے پیرہن   آؤ پھر جذبوں کو کردارِ صبا دیتے چلیں
ہم قلم کو شہرِ ہجرِ مصطفےٰ کا دیں مزاج   لوحِ جاں کو رتجگوں کا سلسلہ دیتے چلیں[30]

ریاض "بھرپور" شاعر ہیں اور بھرپور شعر کہتے ہیں۔ ہر لفظ کو یوں استعمال کرتے ہیں جیسے وہ اسی مقام کے لئے بنا ہے۔ یہی مفہوم ہے "لفظوں کے سر پر دستارِ سخن" رکھنے کا۔ کئی اور مقامات پر وہ لفظوں کو "لب کشا حروف یا الفاظ" کہتے ہیں جس کا مطلب ہے مفہوم بھرپور طریقے سے ادا کرنے والے الفاظ:

---

[28] طلوعِ فجر، جنوری ۲۰۱۴، القمر انٹرپرائزرز، غزنی اسٹریٹ اُردو بازار، لاہور، ص۔ ۹
Tālw' fājr, Jan2014 , Ālqmār Inter prāizrz Urdu bāzār Lāhore p. 9

[29] دبستانِ نو، ۲۰۱۷، مکتبۂ انسانیت، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، ص۔ ۵۵
Dbstāne nw, ,2017 mkatbahe ānsānit, ġzni strit ,ārdw bāzār lāahwr,ş55-

[30] کشکولِ آرزو، ۲۰۰۲، القمر انٹرپرائزرز، غزنی اسٹریٹ اُردو بازار، لاہور، ص۔ ۴۱
Kaškawle arzw, ,2002 Ālqmār Intrprāizrz, ġāzni Steet Urdu bāzār, Lahore, P. 41

سب حروفِ معتبر میں روشنی ہے روشنی[31] سب حروفِ لب کشا کے لب معطّر ہیں ریاضؔ

اس طرح وہ سوچوں کو پوشاکِ دعا پہنا کر الفاظ کے سر پر دستارِ سخن رکھتے ہیں، انہیں "لب کشا" بناتے ہیں۔اس کے لئے ان کی ٹیکنیک یہ ہے کہ وہ اعلیٰ و ارفع مضامین کو ایسے الفاظ کا پیرہن دیتے ہیں جو آپس میں استعاراتی رعائیتوں میں بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ نعتِ مسلسل لکھتے لکھتے ہر مضمونِ نعت کے لئے ان کے پاس مناسب "لب کشا" الفاظ کی لغت موجود رہتی ہے جسے وہ تخلیقی پیرائے میں استعمال کرتے ہیں یعنی "قلم کو شہرِ ہجرِ مصطفیٰ کا مزاج" دیتے ہیں، چمن میں خوشبوؤں کے پیرہن بانٹتے ہیں، جذبوں کو کردارِ صبا دیتے ہیں اور یوں ان کا فن اَن دیکھی وسعتوں کا امین بنتا چلا جاتا ہے۔یہ تراکیب، مفاہیم اور علامتی اظہار ہمیں ریاض کے ہاں ہی ملتا ہے۔

طاقِ سخن میں میری غزل احترام سے آکر چراغ نعت رکھے بعد حشر بھی

موسم ثنا کا شہر غزل میں مقیم ہے کلیاں سخن کی بانٹتی ہے آج بھی ہوا[32]

ریاض کے نعتیہ مضامین کی فہرست بنانا انتہائی مشکل کام ہے۔ غلامی، حضوری، حضوری کی تمنا، ادب گاہیست زیر آسماں، درود و سلام، میلاد، جشنِ میلاد، لحد میں نعت نگاری کی تمنا، روزِ محشر مدحت نگاری کی پذیرائی، مدینہ میں گھر اور سکونت، روشنی، بادِ صبا، مدینے کے ساتھ نامہ بری، خوشبو، قلم، امت کا غم، ملک و قوم کی محبت، قیادت کے فقدان کا دکھ، ذاتی مسائل اور التجائیں، بچے، گھر بار، خاندان، سیرت و کردار، علم و ہنر، نئی نسل کی نشو نما، ارتقاء حصول علم اور تعلیمی زوال کے نوحے ان کے مضامین نعت میں شامل ہیں۔انہوں نے اصنافِ سخن، غزل اور نعت، غزل، غزل اور نعت کو بطور مضمونِ نعت اشعار کا موضوع بنایا۔ چڑیاں، جگنو، تتلیاں، کنیزیں، پھولوں کے گجرے، روز محشر اپنے نعت نگار قبیلے حافظ، تائب اور احمد ندیم قاسمی وغیرہ کے ساتھ رہنے کی تمنا ان کے نعتیہ کلام کی زینت ہیں۔جناب حفیظ تائب کے مطابق -"ریاض حسین چودھری کی نعت میں اس قدر تسلسل، ایسی گہری وابستگی، اتنی تازگی و شگفتگی اور اس درجہ وسعت و ندرت ہے کہ اس کی خوبیوں کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے۔انہوں نے اپنی ذات اور اپنے عہد کی شناخت کو اپنا نظریۂ نعت قرار دیا تو نعت کے امکانات و مقاصد میں ذہنوں کی تطہیر کے منصب، مسلمانانِ عالم کے اتحاد کی بنیاد، دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کرنے کے شعور، ملی تشخص کو اُجاگر کرنے کے فریضہ کو شامل کیا ہے۔ریاض کی کائناتِ نعت میں گھر اور وطن کا استعارہ ایک جاندار اور توانا اکائی کے طور پر استعمال ہوا

---

[31] غزل کاسہ بکف، جنوری ۲۰۱۳، مکتبۂ انسانیت، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ص۔۷۶

Ġhzāl kaāsah bākaf, ,mkatbah tāʿmir insānit, Lahore,P .76-

[32] غزل کاسہ بکف، جنوری ۲۰۱۳، مکتبۂ انسانیت، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ص۔۵۴

Ġhzāl kaāsah bākaf, ,mkatbah tāʿmir insānit, Lahore,P . 54-

ہے، شاعر تاجدارِ کائنات کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو اپنے بچوں، گھر کی کنیزوں اور وطن کی ہواؤں کا سلام بھی حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کرتا ہے۔ حاضری و حضوری کی تڑپ (جسے میں حضوری ہی کی صورتیں قرار دیتا ہوں) ریاض حسین چودھری کی نعت کا ایک اہم مضمون ہے جسے شاعر کی جدت پسند طبیعت نے جُداگانہ کیف و اثر بخشا ہے۔ ریاض حسین چودھری نے سید المرسلین ﷺ کی ازل سے ابد تک پھیلی ہوئی بیکراں برکتوں اور لازوال رحمتوں کو کئی رنگوں میں موضوعِ سخن بنایا ہے۔ وہ آپ ﷺ کی سیرتِ اطہر کی بوقلمونی اور آفاق گیری کو سرنامۂ بہار اور منبعۂ ہر روشنی قرار دیتا ہے۔"

انہیں روشنی اور اجالے کا شاعر کہا جا سکتا ہے۔ غزل کاسہ بکف میں ۷۴ اشعار پر مشتمل سہ نعتیہ لکھتے ہیں:

شہر حضورؐ کا ہے تصوّر بھی چاند رات — شہر حضورؐ کی ہے تمنا بھی روشنی
جو روشنی فصیل ہے شہر حضورؐ کی — اُس روشنی کو دیکھنے والا بھی روشنی[33]

ریاض ادب رسولؐ، لحد میں نعت نگاری کی تمنا اور تمنائے حضوری کے شاعر ہیں۔ تمنائے حضوری کا مضمون ریاض کے پورے کلام کی روح رواں ہے۔ ۲۰۰۰ء میں انہوں نے اس پر طویل نعتیہ نظم لکھی۔

لب پہ مہکے ہوں مرے اسمِ گرامی کے گلاب — جب لحد سے مجھے محشر میں اٹھایا جائے
لکھّوں گا مَیں لحد میں بھی اپنے نبیؐ کی نعت — میرے قلم کو میرے کفن میں چھپا کے رکھ

تمنائے حضوری میں یوں لکھتے ہیں:

مجھ کو ہونا ہی اگر تھا تو مرے رب کریم — اسم سرکار دو عالمؐ کا وظیفہ ہوتا
حشر کے روز اٹھاتے تو لحد میں میری — نعت کے کیف میں ڈوبا ہوا منظر ہوتا[34]

مدینے کی ہوا ریاض کی نعت کا ایک بنیادی ستون ہے۔ صبا اور مدینے کی ہوا سے متعلق ان کے کلام میں ہزاروں مضامین جھلمل کر رہے ہیں: زم زم عشق میں لکھتے ہیں:

شہر طیبہ کی ہواؤں سے ہے میری دوستی — جو مدینے کا ہے موسم وہ مرے اندر کا ہے
یہ بڑھ کر چومتی رہتی ہے ہر زائر کے قدموں کو — صبا شہر مدینہ کی حسیں گلیوں کی جوگن ہے[35]

---

[33] ایضاً، ص۔ ۱۲۳

Ibid,P . 123-

[34] تمنائے حضوری، ۲۰۰۰، مغل کمپنی، کنٹراسٹ پرنٹرز اینڈ پبلشرز، قذافی مارکیٹ اُردو بازار، لاہور، ص۔ ۱۸۹

Tāmnāiy hāḍwri, ,2000 Muġhāl Company, Contrast printers and publisher, Qāḏāfi mārkait Urdu bāzār, Lahore, P.189-

حاصل مطالعہ

شعری تخلیقات میں اسلوب اور معنویت بنیادی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ہر شاعر کی شعری کائنات میں ان دونوں کو امتیازی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ ریاض حسین چوہدری نے اپنے فکر و فن سے نعت نگاری میں نئے آفاق روشن کئے ہیں۔ ان کی شاعری میں محبت رسول کریم کی روشنی لو دے رہی ہے، اسلوب کی دلکشی دامن دل کھینچتی ہے اور اشعار میں تہ در تہ معنوی خوشبوئیں رچی بسی ہیں۔ ان کے شعری موضوعات اور لفظیات میں معنویت کا جہان آباد ہے اور ان کا اسلوب اپنی جداگانہ انفرادیت کا حامل ہے۔ ان کے صنفی تجربات نے نعت کی اسلوبیاتی اور معنوی تشکیل جدید کو نیا راستہ دکھایا ہے۔ عہد موجود کے نعتیہ منظر نامے پہ اسلوبیاتی اور صنفی تجربات کسی شاعر کے ہاں سب سے زیادہ نمو پذیر ہوئے ہیں تو وہ ریاض حسین چودھری صاحب کی ہی شاعری ہے۔ انہوں نے شعری کائنات پہ نت نئے رنگ بھی اجاگر کئے ہیں، اظہار کے متنوع قرینوں کو بھی اپنے فکر و فن کا جھومر بنایا ہے اور ان میں لفظی کاریگری کے ہنر بھی پیدا کئے ہیں اس تمام کے ساتھ ساتھ ان کے شعر میں معنوی پرتیں بھی دامن دل کھینچتی ہیں جن کے اندر سے موتی نکالنا تحقیق کے طالب علموں کے ذمے ہے۔ شعری تہہ داری وار معنوی جہات کے نمونے ان کی شاعری کو دوسرے ہم عصروں سے ممتاز کرتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

[35] زم زم عشق، جنوری ۲۰۱۵، القمر انٹرپرائزرز اردو بازار لاہور، ص۔ ۴۴

Zām Zām e Iʿšhq, Jan ,2015 Ālqmār Intrprāizrz, ġāzni Steet Urdu bāzār, Lahore,P. 44-